سلسلۂ مطبوعات مجلس
۲۴۰

خلفائے اربعہؓ

کی

ترتیبِ خلافت میں قدرت و حکمتِ الٰہی کی کارفرمائی

اور

حضراتِ حسنینؓ کے اقدام میں اُمّت کیلئے رہنمائی

از

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

بار اوّل

۱۴۱۲ھ — ۱۹۹۱ء

کتابت _____ ظہیر احمد کاکوروی

طباعت _____ لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)

صفحات _____ ۴۸

قیمت _____ ۱۵/-

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

(ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبیّ بعدہ۔ أما بعد!

پیش نظر رسالہ میں راقم کی ایک بسیط وطویل تقریر پیش کی جارہی ہے جو اس نے ۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ (مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۹۱ء) کو مولانا عبد الشکور ہال واقع احاطۂ شوکت علی لکھنؤ میں ان جلسوں کی آخری نشست میں کی تھی، جو "شہدائے اسلام" کے عنوان سے ہر سال محرم کے مہینہ میں "دار المبلغین لکھنؤ" کے زیر اہتمام منعقد ہوتے ہیں، اور ہندوستان کے مشاہیر علمائے اہلِ سنّت کو ان میں تقریر واظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے، راقم کو اس سے پہلے ایک مرتبہ حضرت امام اہلِ سنّت کی حیات میں ان کی دعوت پر اور اُن کی وفات کے بعد ایک سے زائد بار اس مجمع عظیم کو خطاب کرنے کا موقعہ اور سعادت حاصل ہوئی، جو ان جلسوں میں شرکت کے لئے لکھنؤ وبیرون لکھنؤ سے آکر جمع ہوتا ہے۔

یہ تقریر رکارڈ کرلی گئی تھی، عزیز القدر سید جعفر مسعود حسنی ندوی نے کیسٹ سے اس کو نقل کیا، اور راقم نے اس پر نظر ثانی کی اور خفیف حذف واضافہ کے ساتھ اس کو مرتّب ومکمّل کیا، بیانات واشارات کے مستند مآخذ اور کتابوں کا حوالہ دیا جس سے وہ ایک زبانی وبرجستہ تقریر کے بجائے ایک تاریخی وعلمی بحث اور مقالہ بن گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بارے میں ایک فرقہ نے جو ایک خالص منفی و سلبی رویّہ اختیار کر رکھا ہے، اور حضراتِ حسنینؓ کے بارے میں قریبی زمانہ سے بعض اہلِ سنّت، اہلِ قلم اور مقررین کی طرف سے جس غیر مناسب ناقدانہ اور بعض اوقات جارحانہ رویّہ کا نمونہ اور مثالیں سامنے آنے لگی ہیں، ان کو سامنے رکھ کر ضرورتاً واضطراراً اس تقریر میں صفائی اور طاقت کے ساتھ اظہارِ خیال کیا گیا ہے، اور مسلمانوں اور اہلِ سنّت کو بالعموم اس مسئلہ میں توسّط و اعتدال اور جامعیت کی دعوت دی گئی ہے، جو ہمیشہ سے اہلِ سنّت کا امتیاز و افتخار اور قابلِ استناد علماء و محقّقین اور پیشوایانِ دین کا وصف اور شعار رہا ہے۔

اسی کے ساتھ اس رسالہ میں راقم کے اس مضمون کو بھی شامل کیا گیا جو اس نے ۳۰-۳۲ سال پہلے (۱۹۵۹ء میں) "خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم حیرت انگیز وحدتِ مزاج و وحدتِ منہاج" کے عنوان سے لکھا تھا اور رسالہ "فاران" کراچی میں پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا، اور اب راقم کی تازہ مفصل کتاب "المرتضیٰ" (کرّم اللہ وجہہ) کا تکملہ بنایا گیا ہے، جس کو اہلِ نظر نے بہت پسند کیا۔

امید ہے کہ ان دونوں مضامین کے یکجا ہو جانے سے وہ جامع و معتدل مسلک، اور نقطۂ نظر و ضاحت کے ساتھ سامنے آجائے گا، جو اہلِ سنّت کا مسلک رہا ہے، اور اس کو ہمیشہ ان کا شعار اور امتیاز رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے دعا اور امید ہے کہ اس رسالہ کو نافع و مؤثر بنائے گا۔ وما التوفیق الا من عند اللہ۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرۂ حضرت شاہ علم اللہؒ
رائے بریلی

۷ صفر ۱۴۱۲ھ
۱۹ اگست ۱۹۹۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

خلفائے راشدینؓ

کی

ترتیبِ خلافت میں قدرت و حکمتِ الٰہی کی کارفرمائی

اور

حضراتِ حسنینؓ کے اقدام میں اُمّت کیلئے رہنمائی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ
الأمین محمد والہ وصحبہ أجمعین، ومن تبعھم
بإحسان ودعا بدعوتھم إلی یوم الدین۔ أما بعد!
أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم،
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ[1]

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آفتاب اپنے مستقر کی طرف (اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے طلوع اور غروب کی جو جگہ متعیّن کی ہے) بے اختیارانہ بڑھتا اور اس کی طرف چلتا رہتا ہے، اور یہ اس مالک کا مُقدّر کیا ہوا اور بنایا ہوا نظام وحساب اور اُس کا قانون ہے، جو "العزیز" بھی ہے، "العلیم" بھی، غالب بھی ہے اور علم والا بھی، نظام بنانے والا اور حساب مقرر کرنے والا بھی، اگر کوئی صرف غالب ہو تو ضروری نہیں کہ اس کا نظام وحساب حکمت پر بھی مبنی ہو، وہ محض اپنی قوّت سے کام لیتا ہے، لیکن اس کی ساری کارروائی اور کارفرمائی ضروری نہیں کہ حکمت پر مبنی ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حکم دینے والا علیم ہو لیکن غالب نہ ہو تو سارا کام پورا ہونا مشکل ہے۔

حضرات! آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ آج کے اس جلسہ سے جس کا تعلق

---

[1] سورۂ یٰسٓ - ۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

صحابۂ کرام اور شہدائے اسلام کے فضائل و مناقب سے ہے، اس آیت مبارکہ کا کیا تعلق ہے، جس میں نظامِ شمسی کا ذکر کیا گیا ہے کہ آفتاب اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ایک خاص جگہ سے چلتا ہے، اور ایک خاص جگہ پہونچتا ہے، اور وہ اپنا پورا سفر اللہ کی قدرت اور اس کے علم کے مطابق طے کرتا ہے؟

میں یہ عرض کروں گا کہ اس آیت کی روشنی اور رہنمائی میں جس میں نظامِ شمسی کا ذکر ہے، آفتابِ رسالت، آفتابِ دینِ حق، آفتابِ دین و دعوت کے نظامِ شمسی کے انضباط اور اپنے مقاصد کی تکمیل کو بھی سمجھا جا سکتا ہے، ان کا معاملہ بھی یہی ہے کہ اس میں اتفاقات کوئی چیز نہیں ہیں، وہ سب اللہ کے منشا اور اس کے حکم کے مطابق اور اس کی حکمت کے عین موافق گردش کرتے ہیں، اور اس کے تابع ہو کر اُن کا نظام چلتا ہے۔

آپ اس نظامِ نیابت کو دیکھیں جو "خلافتِ راشدہ" کے لقب سے مشہور ہے کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے سفر کرنے کے بعد جو شخصیتیں مسندِ خلافت پر آئیں اور پھر جس ترتیب کے ساتھ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرائضِ خلافت ادا کرنے کا جو موقعہ اُن کو عطا فرمایا یہ بالکل "ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" کا مظہر ہے، اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترتیب اور ایسے نظام کے ساتھ چلایا کہ وہ اس کی رحمتِ واسعہ، اس کی حکمتِ بالغہ اور اس کی قوتِ قاہرہ کی ایک مثال ہے۔

دنیا کے مذاہب و ادیان اور اقوام و ملل اور فلسفۂ تاریخ پر نظر رکھنے والے مفکرین اگر کہیں جمع ہوں اور اُن کو اس کا پورا اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخی تجربہ اور مذاہب وادیان اور اقوام وملل کے اسباب زوال وارتقاء کے مطالعہ کی مدد سے اس سے بہتر ترتیب قائم کریں، تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں، اور تاریخ اور فلسفۂ تاریخ کے ایک طالب علم اور خاص طور پر ادیان وملل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے فرد کی حیثیت سے پورے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اس سے بہتر ترتیب سوچ نہیں سکتے اور اس کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے، اکثر ایسا ہوا ہے کہ کوئی عہد گزر گیا ہے، یا ملوک وسلاطین کا کوئی سلسلہ مکمل و مُختتم ہو چکا ہے، کوئی سلسلۂ حکومت یا شاہی خاندان اپنی مدّت ختم کر چکا ہے، بعد میں فلسفۂ تاریخ پر نظر رکھنے والے جو لوگ آئے اور انھوں نے اُن کی ترتیب پر اور اس ترتیب کے نتائج پر اور پھر ملک ومعاشرہ پر پڑنے والے اس کے اثرات پر غور کیا تو اُن کو کہیں نہ کہیں یہ کہنے کا موقعہ ضرور مل گیا کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، فلاں کے بعد اگر فلاں آیا ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا، اگر وہ پہلے نمبر پر ہوتا تو زیادہ مفید ثابت ہوتا، اگر وہ دوسرے نمبر پر آیا ہوتا تو زیادہ بہتر ثابت ہوتا، اور پھر جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ ایک حرف "کاش" ایسا ہے کہ مجھے سَو جگہ لکھنا پڑا ہے۔ ع

یک حرف کاشکیست کہ صد جا نوشتہ ایم

وہ بھی سَو جگہ لکھنے پر مجبور ہوتا کہ کاش ایسا ہوتا، کاش ویسا ہوتا، میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ صرف مسلمان ہی نہیں دنیا کی دوسری قوموں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور مغربی اقوام کے بہترین مفکرّین، تاریخ داں اور فلاسفہ اور بڑے بڑے مبصرّین جمع ہو کر اسلام کے عہدِ اول کی تاریخ کا مطالعہ کریں

www.abulhasanalinadwi.org

اوران کو آزاد چھوڑ دیا جائے' اور کہدیا جائے کہ وہ اپنے ذہن و دماغ سے اور اپنے تاریخی مطالعہ کی روشنی میں اس دین کی حفاظت کرنے والوں، اور اُس کو دنیا میں پھیلانے والوں کا ایک چارٹ تیار کریں اور ایک نقشہ بنائیں کہ کس کو کس کے بعد آنا چاہیئے تھا، تو میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس سے بہتر چارٹ بنا نہیں سکتے۔

مذاہب و ادیان کی تاریخ بتاتی ہے کہ دین کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے (میں ریڑھ کی ہڈی نہیں کہوں گا، اس کے لئے یہ روح کا درجہ رکھتی ہے) وہ اس دین کی حفاظت کا کام ہے' اس کا لانے والا، اس کا حاملِ اوّل اس کو جس طرح لایا ہے' اور اس میں جس چیز کا جو مقام ہے اور جس چیز کا جو درجہ اور اس کی جو ترتیب ہے' اس کے مطابق اس کا جانشین اس کو قائم رکھے، اور اس میں ذرا بھی تبدیلی کا روادار نہ ہو' یہ سب سے ضروری اور اہم کام ہوتا ہے' مذاہب کی تقدیر کا اس پر انحصار ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد' (اس دین کے اوّلین لانے والے کے بعد) کون اس کی جگہ لیتا ہے کہ دین اپنی اصلی حالت اور صحیح ترتیب پر' اور اس کی تعلیمات اپنی اہمیت کے مطابق اپنے مقام پر قائم و باقی رہیں۔؟

ایمانِ کامل کے بعد' معرفتِ الٰہی کے بعد' اور توحیدِ خالص کے بعد دنیا میں جو بہترین اوصاف ہو سکتے ہیں' اور نفسیاتِ انسانی کے ماہرین اور مراتبِ کمال کے نبض شناسوں نے جو اعلیٰ ترین اوصاف تجویز کئے ہیں وہ سارے اوصاف اور وہ سارے کمالات ایک طرف رکھے جائیں ان میں سب سے زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

کسی مذہب کے بقا کے لئے (میں ارتقاء نہیں کہتا، ارتقاء تو بعد کی چیز ہے) جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ ہے جذبۂ حفاظت، اور نبی کی تعلیمات کے بارہ میں شدید غیرت، میں تقویٰ کا ذکر یہاں نہیں کرتا، خلفاء اربعہ بلا کسی استثناء کے تقویٰ کے ایسے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، جس کا تصور بھی بڑے بڑے مفکروں اور تقویٰ شناسوں کے لئے مشکل ہے، میں ان کے علم اور اُن کی ذہانت کا بھی ذکر نہیں کرتا، میں اُن کی انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کے جذبہ، اور اُن کی نیک نفسی، خدا ترسی اور انسان دوستی کا بھی ذکر نہیں کرتا، پہلی چیز اور پہلی شرط جو ہے، وہ یہ کہ پیغمبر کی پہلی جگہ لینے والا اور اس کی نیابتِ اولیٰ کا فرض انجام دینے والا اس دین و شریعت کے معاملہ میں اتنا غیور ہو کہ اس سے بڑھ کر غیور، اس سے بڑھ کر ذکی الحس، اس سے بڑھ کر خوددار و حساس، اس کے ایک ایک نقطہ کی حفاظت کا جذبہ رکھنے والا کوئی دوسرا نہ ہو۔

دوسری صفات بعد کی ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر ان سب کا مقام ہے، لیکن پہلی شرط جس پر دین کی بقاء کا انحصار ہے وہ یہ کہ نبیؐ کا جانشین، اس کا نائب، اس کی جگہ پر امت کی رہنمائی کا منصب سنبھالنے والا جو کچھ بھی ہو اپنی جگہ پر، لیکن دین کے معاملہ میں وہ حد درجہ غیور ہو، وہ اپنے گھر والوں اور اپنی بہو بیٹیوں کی عزت و آبرو کے مقابلہ میں بھی اس دین کے ایک ایک نقطہ کے بارے میں زیادہ غیور، زیادہ باحمیت اور ذکی الحس واقع ہوا ہو، سارے مذاہب و ادیان کی تاریخ بتاتی ہے کہ سب سے زیادہ یہ مذاہب اس وجہ سے تحریف کا شکار ہوئے اور انھوں نے بہت جلد اپنی شکل بدل دی اور ایک دوسرے راستہ پر پڑ گئے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

ان مذاہب کو اپنے لانے والوں کے بعد (لاکھوں درود وسلام ہوں اُن پر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا جانشین، مُحافظ وامین، اور وفادار وغیور جانشین نہیں ملا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کس مرتبہ کے انسان تھے؟ اُن کی صفات، اُن کی سیرت وسوانح کی کتابوں میں پڑھئے، وہ کن کمالات کے حامل تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے بارہ میں کیا فرمایا، اُن کو کس درجہ کی فضیلت حاصل ہے، اُن پر اُمّت کو کتنا اتفاق ہے، یہ سب حدیث اور سیرت کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے، لیکن ان کی سب سے بڑی اور غالب صفت جس کی پہلے مرحلہ میں سب سے بڑھ کر ضرورت تھی، وہ اُن کی دین کے بارے میں حد سے بڑھی ہوئی غیرت، ذکاوتِ حس، اس کے ایک ایک نقطہ کی حفاظت کا جذبہ اور منشائے رسولؐ کی تکمیل کا غیر متزلزل عزم وفیصلہ تھا۔

اُن کا خدا کے ساتھ جو تعلق تھا، وہ اپنی جگہ پر، اُن کی راتوں کی گریہ وزاری، اُن کی دعائیں، اور خلق خدا پر اُن کی شفقت اور اُن کا عدل وتقویٰ، اُن کا زہد وایثار، وہ صفات وخصوصیات ہیں، جو اپنی جگہ پر بڑی قدر وقیمت کی حامل ہیں، مگر حفاظتِ دین اور اُس کے بارہ میں شدید غیرت، یہ اُن کا وصف خاص اور اُن کی سیرت کی کلیدی صفت ہے، جس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ آج دین پر جو عمل ہو رہا ہے، فرائض اور شرعی احکام زندہ ہیں، دین تحریف اور اُمّت کلّی طور پر ضلالت سے جو محفوظ ہے، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی حفاظتِ دین کے جذبہ کا نتیجہ اور ظہور ہے، خدا کے فضل سے آج بھی خدائے واحد کے ماننے والے موجود ہیں، بنیادی عقائد پر ایمان رکھنے والے اور فرائض کے

www.abulhasanalinadwi.org

پابند ہیں، جن کے بغیر کسی مسلمان کا مسلمان رہنا مشکل ہے، یہ سب رہین منّت ہے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی خلافتِ اولیٰ کا، اور میں کیا چیز ہوں، میری کیا حیثیت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جن سے زیادہ حدیث کے راویوں میں کسی سے روایات منقول نہیں، اور جن کی عدالت و صداقت پر اُمّت کا اتفاق ہے، وہ فرماتے ہیں :۔

"واللہ الّذی لا الٰہ الّا ھو لولا أن أبا بکر استُخلف ما عُبد اللہ"[1]

لوگوں نے کہا دیکھئے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے پھر کہا "واللہ الذی لا الٰہ الا ھو لولا أن أبا بکر استخلف ما عُبد اللہ" (خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر حضرت ابوبکرؓ مسند خلافت پر متمکّن نہ ہوتے تو دنیا میں خدائے واحد کی عبادت و اطاعت کا سلسلہ جاری نہ رہتا۔)

بات کیا تھی؟ بات یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ دین کے بارے میں ایسی غیرت رکھتے تھے، جو غیرت عزّت و آبرو کے بارے میں ہوتی ہے، اور یہی ان کا سب سے بڑا وصف تھا، اور یہی ان کا اصل جوہر جس کی اس وقت سب سے زیادہ ضرورت تھی، ان کے اس وصف کو اُن کا وہ جملہ بتاتا ہے، جس کو تاریخ نے انھیں کے لفظوں میں نقل کیا ہے، اور وہ جملہ خود بول رہا ہے کہ وہ کس دل سے نکلا ہے، اور کس ایمان و یقین کے ساتھ نکلا ہے، وہ جملہ ہے "أینقص الدّینُ وَ أنا حیٌّ" (میرے جیتے جی دین میں کتر بیونت ہو سکتی ہے؟) میری آنکھوں کے سامنے اللہ کے دین میں ایک حرف کیا ایک نقطہ کی بھی کمی ہو سکتی ہے۔؟

---

[1] روایت ابوالأعرج۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ صفحہ ۳۰۴

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ہے وہ چیز جس کی مذاہب وادیان کو سب سے پہلے ضرورت پڑتی ہے، اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں بدرجۂ کمال موجود تھی۔

اب میں آپ کے سامنے اس دینی غیرت وحمیت اور ذمہ داری کے بڑھے ہوئے احساس کی دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ وفات نبویؐ کے بعد ہی جزیرۃ العرب میں فتنۂ ارتداد اٹھا، اب کچھ ایسی نئی تحقیقات سامنے آئی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فتنۂ ارتداد میں باہر کے یہودیوں اور عیسائیوں کا بھی ہاتھ تھا، ابھی تک یہ بات تاریخ کی روشنی میں نہیں آئی تھی[1]، انھوں نے یہ کوشش کی کہ وہیں جزیرۃ العرب میں ایک ایسی انتشار پسند وانتشار انگیز تحریک پیدا ہو جس سے اسلام کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ایمانی وحدت، اعتقادی وحدت، ذہنی وحدت، قلبی وحدت اور اخلاقی وحدت، ختم ہو جائے، یہ فتنہ شروع ہوا، جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے، اور نماز ادا کرتے تھے، زکوٰۃ کے بارہ میں ایک گروہ اس کی فرضیت کا بالکل منکر ہو گیا اور اس نے نماز وزکوٰۃ میں تفریق کی، دوسرے فریق نے کہا کہ ہم زکوٰۃ بیت المال کو

---

[1] اس وقت کی تازہ ترین کتابوں میں استاد محمد جمیل مصری کی کتاب "أثر أهل الكتاب في الفتن الداخلية والحروب الأهلية في القرن الأول" سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبائل عرب کا ارتداد اور مسیلمہ کذاب کا دعوائے نبوت اتفاقی اور خود رو پودے نہیں تھے، جو خود سے اُگ آئے ہوں، جیسے برسات کے موسم میں اُگ آتے ہیں، اس فتنہ کو بھڑکانے میں یہودی، عیسائی اور مجوسی ذہن کام کر رہا تھا اور وہ ان لوگوں کے پشت پناہ تھے اور اس کے شواہد ملتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ادا نہیں کریں گے، بلکہ اپنے طور پر اس کی ادائیگی کا انتظام خود کر لیا کریں گے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے اولوالعزم صحابی کو بھی تأمّل تھا، اور یہ تأمّل اُن کے احتیاط اور تقویٰ پر مبنی تھا، نہ کہ کسی کمزوری کی وجہ سے کہ جب یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں، اور اسلام کا انکار بھی نہیں کرتے تو اُن سے جنگ کیسے کی جائے؟ لیکن حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے کہا "واللہ لأقاتلنّ من فرّق بین الصلاۃ والزکوٰۃ، فإنّ الزکوٰۃ حقّ المال" (بخدا میں اس سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے بارے میں مختلف رویّہ اختیار کرے گا کہ نماز پڑھے گا اور زکوٰۃ نہ دے گا، اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ "ایک رسّی بھی اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتا تھا، اگر نہ دے گا تو میں اس سے بھی جنگ کروں گا" حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ ایک طرف تھے اور اچھے اچھے لوگوں کو تأمّل تھا، یہ خالص الہامی بات تھی، اللہ کو دین کو چونکہ باقی رکھنا تھا، لہٰذا انھوں نے کہا کہ نہیں یہ نہیں ہو سکتا، اگر اس میں تساہل برتا گیا، اور زکوٰۃ کے بارے میں ڈھیل دی گئی تو کل حج کی باری ہے، اس کے بعد روزہ کی باری ہے، پھر نماز کی باری ہے، اور پھر عقیدہ کی باری ہے، اور یہ سلسلہ رکتا نہیں، انھوں نے دنیا کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ الہامی بات تھی جو خدا نے اُن کے دل میں ڈالی تھی، کیونکہ اس دین کو اللہ تعالیٰ کو قیامت تک باقی رکھنا تھا، کیسی کیسی قوموں کو اس میں داخل کرنا تھا، کن کن بلندیوں تک اس کو پہونچانا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اگر اس وقت ذرا بھی

www.abulhasanalinadwi.org

تساہلی برتی گئی اور ذرا بھی رعایت کی گئی تو دین باقی نہ رہے گا، اور وہ بالکل ادیانِ سابقہ عیسائیت اور یہودیت کی طرح محرّف ہو کر رہ جائے گا، چنانچہ وہ اپنے موقف پر اڑ گئے اور انھوں نے جہاد کیا اور اس جہاد میں خود بھی جانے کا ارادہ کیا، لیکن سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جاکر رکاب تھام لی کہ ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلوص اور محبت کی کھلی ہوئی دلیل ہے، انھوں نے خیال کیا کہ اگر خدانخواستہ کوئی واقعہ پیش آگیا تو اسلام کے شیرازہ کو مجتمع کرنے والی کوئی طاقت نہیں، یہ خلوص کی اعلیٰ ترین مثال ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات مان لی اور حضرت خالد بن ولیدؓ، بہت سے صحابہ اور حفّاظِ قرآن کو جنگ کے لئے روانہ کیا، اتنی بڑی تعداد میں حفّاظِ قرآن کو بھیجا کہ ڈر ہوا کہ اگر یہ حفّاظ جنگ میں کام آگئے تو یہ قرآن کیسے باقی رہے گا؟ لیکن وہ اڑ گئے، خدا کی مدد اُن کے ساتھ تھی جس کا نتیجہ ہوا کہ فتنۂ ارتداد ختم ہوا، دعویدارانِ نبوّت مارے گئے اور اب یہ واقعہ صرف تاریخ کی ایک امانت رہ گیا ہے، وہ بھی پڑھے لکھے لوگوں کے لئے، بہت سے لوگ شاید ایسے ہوں گے جو پہلی مرتبہ اس واقعہ کا ذکر سن رہے ہوں گے۔

ہم اس واقعہ کی اہمیت اور اس کی سنگینی کا اندازہ نہیں کر سکتے، وہ عرب جو اسلام سے قریب العہد تھا، ابھی اللہ کے رسول نے وفات پائی تھی، اور دنیا سے آخرت کا سفر فرمایا تھا، ایک طرف رومن امپائر تھا، جو تقریباً نصف متمدّن دنیا پر قابض تھا، دوسری طرف ساسانی سلطنت تھی، پھر عیسائیت، یہودیت اور مجوسیت جیسے مذاہب تھے، اور یہاں ہندوستان میں

www.abulhasanalinadwi.org

ہندو مذہب اور بودھ مذہب تھا، ان سب کی موجودگی میں اسلام اپنی اصل شکل میں کیسے باقی رہا، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ ہے، اور یہ کارنامہ خلافتِ نبوّت کا مظہرِ اوّل ہے، انھوں نے کہا خواہ کچھ ہو، میں دین کے ایک نقطہ سے دست بردار ہونے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں، نتیجہ یہ ہوا کہ آج وہ دین اُسی شکل میں باقی ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ دوسرے مذاہب کا کیا حال ہوا، میں اس وقت صرف دنیا کے ایک وسیع ترین مذہب عیسائیت کا ذکر کروں گا۔[1]

یہ عیسائیت جس کا دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے اور جو دنیا کے متمدّن ترین اور ترقی یافتہ خطوں میں حکومت کر چکی ہے بحیثیت مذہب کے بھی اور بحیثیت اپنے علمبرداروں کے بھی، اس عیسائیت کا یہ حال ہے کہ نصف صدی کی مدّت کے اندر بھی[2]، یہ اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکی، اب کتابیں نکل رہی ہیں ابھی حال ہی میں ERNEST DE BENSEN کی کتاب جس کا نام ہے ISLAM OR TRUE CHRISTIANITY شائع ہوئی ہے، اس میں صاف صاف لکھا ہے:۔

"موجودہ عیسائیت کسی طرح بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی پیش کی ہوئی عیسائیت نہیں ہے، یہ وہ عیسائیت نہیں جس کی دعوت اور اشاعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی، یہ عیسائیت سینٹ پال

---

[1] دنیا کے بعض دوسرے وسیع اور قدیم مذاہب کے جلد محرّف اور مسخ ہوجانے کی تفصیل اور تذکرہ مصنف کی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" کے حصہ اول کے مقدمہ میں دیکھا جائے صفحہ ۲۰ تا ۲۶ [2] سینٹ پال کا زمانہ ۱۰ء ـ ۶۵ء ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کی بنائی ہوئی عیسائیت ہے[1]"

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ سینٹ پال اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان صرف ۶۰ - ۶۵ برس کا فصل ہے، ان چند برسوں میں عیسائیت کا یہ حال ہوا کہ اس نے رومی اثرات اور بودھ مذہب کے بہت سے تصورات قبول کر لئے، اور اگر آپ مذاہب کی انسائیکلوپیڈیا اور عیسائیت پر لکھی گئی دوسری کتابیں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ عیسائیت نے رومی دیوالا اور بودھ مذہب کی کتنی چیزیں مثلاً تثلیث، اتحاد و حلول کو اور کتنے ان عقائد و نظریات و آثار کو جو ہندوستان کے مذاہب سے تعلق رکھتے تھے، قبول کیا، اور بالکل محرّف ہو کر رہ گئی اور برابر اسی راستہ پر چل رہی ہے۔

یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ اس نے عیسائیوں کے لئے "اَلضَّآلِّیْنَ" کا لفظ استعمال کیا ہے، ضالّین کے معنی کیا ہیں؟ آپ کلکتہ جانا چاہتے ہوں اور دہلی جانے والی گاڑی پر بیٹھ جائیں، یہ ہے ضلال، آپ بجائے اس جلسہ گاہ میں آنے کے ریلوے اسٹیشن چلے جائیں، اس کو کہتے ہیں راستہ بدل دینا اور پھر اسی راستہ پر چلتے رہنا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جتنا زیادہ چلتا ہے منزلِ مقصود سے اتنا ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے، عیسائیت تیز چلی اور اب تو ہوائی جہاز پر جا رہی ہے (ہوائی جہاز بھی اسی کے پیروؤں کی دین ہے) تو یہ عیسائیت صرف زمین کے رقبہ میں نہیں اپنے مذہبی اور دینی سفر میں بھی ہوائی جہاز کی رفتار سے چلی یعنی چل کر منزلِ مقصود سے دور نہیں ہوئی بلکہ اُڑ کر

[1] ISLAM OR TRUE CHRISTIANITY. P. 128

www.abulhasanalinadwi.org

دور ہوئی، آج کی موجودہ مسیحیت بالکل دوسری مسیحیت ہے، جس کو سینٹ پال کا تحفہ اور اس کی دین کہنا چاہئے، اور وجہ اس کی یہ ہے (مجھے معاف کیا جائے اور خدا بھی مجھے معاف کرے) کہ عیسوی مذہب کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا پاسبان اور خلیفہ نہیں ملا، اب یہ اللہ کی حکمت تھی، اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، اس کی ذات غنی ہے، اس نے حضرت مسیح علیہ السلام پر دوسرے بہت سے انعامات فرمائے، حضرت مسیح حضرت مسیح ہیں، ہمارا ان پر ایمان ہے اور ان کی نبوّت کا اقرار کئے بغیر ہم مسلمان نہیں ہوسکتے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے، اس کو چونکہ عیسائیت کو قیامت تک باقی رکھنا مقصود نہ تھا "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" اس کے لئے کہا نہیں گیا، "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" کی بشارت اس کو نہیں دی گئی، ایک یہودی عالم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "اے امیر المؤمنین! ایک آیت قرآن مجید میں آپ آسانی سے پڑھ لیا کرتے ہیں، اگر کہیں وہ آیت ہم یہودیوں کے بارے میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو تہوار بنالیتے، آپ نے فرمایا کون سی آیت؟ اس نے کہا "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" الخ فرمایا کہ یہ آیت رکھے رکھائے تہواروں میں ہی نازل ہوئی تھی، یہ تو یوم عرفہ میں نازل ہوئی تھی، اور وہ دن بھی جمعہ کا تھا، ہم لوگ اس طرح کے تہوار منانے کے عادی نہیں، ہمارے یہاں یہ طریقہ رائج نہیں۔[1]

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کارنامہ تھا کہ وہ دین کے ایک نقطہ کو بھی

---

[1] روایت صحیحین، بخاری و مسلم۔

www.abulhasanalinadwi.org

چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ کرامات چاہے ایسی ہوں کہ آدمی ہوا میں اڑے، اور زبان ایسی ہو کہ جو بات نکلے پوری ہو جائے، اور نظر ایسی کہ جس پر پڑے مسلمان ہو جائے اور ولی کا درجہ پائے، سب چیزیں اپنی جگہ مسلّم اور قابلِ اعتراف ہیں، مگر جہاں تک دین کے باقی رہنے کا تعلق ہے، تو سب سے اہم اور بنیادی چیز جو ہے وہ یہ کہ اس کے بارے میں غیرت اور اس کی حفاظت کا جذبہ سب پر غالب ہو، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان تھی، اور اس میں وہ ساری اُمّت میں ممتاز ہیں، کسی دوسرے مسئلہ میں کسی کا وصف ان سے نمایاں ہو، اس سے انکار نہیں کرتا، لیکن اس معاملہ میں ان کا کوئی مثیل نہیں۔

آپ کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ جس وقت آپ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری خواہشات اور تمنّاؤں میں یہ بات شامل تھی کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجیں، ادھر فتنۂ ارتداد پھیلا ہوا تھا، اور صرف دو تین مقامات ایسے بچے تھے جہاں نماز ہو رہی تھی، پورا جزیرۃ العرب خطرہ میں اور ارتداد کی زد پر تھا، اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر یہ ارتداد کچھ اور پھیلا تو پورا جزیرۃ العرب اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا، اور مسلمانوں کی جو کچھ بھی فوجی طاقت تھی، وہ جیشِ اُسامہ میں تھی، اور یہ وہ لشکر تھا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا لیکن اس کو بھیجنے کی نوبت نہیں آئی، اور آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے، حضرت ابوبکر صدّیق

www.abulhasanalinadwi.org

رضی اللہ عنہ نے اس نازک موقعہ پر فرمایا کہ میں یہ لشکر بھیجوں گا، کبارِ صحابہؓ نے سمجھایا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ! یہ وقت اس لشکر کے بھیجنے کا نہیں کیونکہ جو کچھ بھی ہمارے پاس فوجی طاقت ہے وہ یہی لشکر ہے، اگر اس لشکر نے مدینہ سے باہر قدم رکھا تو یہ قبائل جو ہماری تاک میں ہیں ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا، اس لئے کہ حضورؐ کی یہ تمنّا اور وصیّت تھی، اور میں اس کو پورا کر کے رہوں گا، اس کے بعد ایسے الفاظ کہے جن کو میں آپ کے سامنے صاف طریقے سے بیان نہیں کر سکتا، یعنی یہاں تک کہدیا کہ ہمارے گھروں اور گھر والوں کی سلامتی اور حفاظت پر بھی اثر پڑ جائے اور وہ خطرہ میں پڑ جائیں جب بھی میں اس وصیّت پر عمل کر کے رہوں گا، اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کی ساری نُصرت اور اس کی قدرتِ کاملہ کا ظہور اور نظامِ عالم کو بدل دینے کی اس کی عادت اور سُنّت ظاہر ہوتی ہے نبیؐ کے منشاء کی تکمیل کی صورت میں، نہ کہ اس کو ملتوی رکھنے میں، یہ اُن کا دین کا فہم تھا اور قرآن مجید کا مطالعہ۔

چنانچہ یہ واقعہ تاریخ میں ہے کہ ادھر اس لشکر نے مدینہ طیبہ سے قدم نکالا اور ادھر سارے عرب قبائل پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی کہ او ہو اب بھی مسلمانوں کے یہ دم خم ہیں کہ ان حالات میں بھی رومیوں سے آنکھیں ملانے کے لئے تیار ہیں، اور لشکر جا رہا ہے، ہم لوگ کیا ہیں، ہم غیر منظّم قبائل ہیں، ہمارے پاس وہ ہتھیار بھی نہیں، وہ عسکری تنظیم بھی ہم نہیں جانتے، جب وہ رومیوں سے لڑ سکتے ہیں تو ہم کیا چیز ہیں، ان پر دھاک بیٹھ گئی اور بالکل الٹا اثر ہوا۔

یہ ہے اخلاص کا نتیجہ اور یہ ہے دین کے فہم اور حقیقی نیابت، نبوّت کا

www.abulhasanalinadwi.org

کارنامہ کہ سب ڈر رہے تھے، بڑے بڑے صحابہ ڈر رہے تھے، یا اللہ خیر کرے، ابوبکرؓ مانتے نہیں، اُسامہ کا لشکر باہر بھیج رہے ہیں، وہ باہر نکلا تو لوگ سمجھیں گے کہ اب یہ لوگ بالکل لاوارث ہیں، کوئی ان کی مدد کرنے والا نہیں، اس سے بہتر موقعہ ہو نہیں سکتا اور وہ مدینہ پر چڑھائی کر دیں گے، لیکن اس کا بالکل الٹا اثر ہوا اور تمام مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ پورے عرب پر دھاک بیٹھ گئی اور سہم گئے۔

یہ تھی پہلی بات اور دیکھئے یہی ہے تقدیر الٰہی، اور "ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" سے میں اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہوں، آپ روز سورج کو مشرق سے نکلتے اور مغرب میں ڈوبتے دیکھتے ہیں، یہی تنہا اللہ کے قہار ہونے اور حکیم و غالب ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ یہ بھی ہے کہ آفتاب رسالت کے اللہ تعالیٰ نے جو منازل مقرر کئے اور جن منازل سے اس کو گذارا، اور جس طرح اس نے دین کو تکمیل تک پہونچایا، اور جس طرح اس کے جانشین مہیا کئے اور اپنے نبی کو جو خلفاء دیئے یہ بھی "ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" کا مظہر ہے۔

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کام پورا ہوا اور فتنۂ ارتداد ایسا ختم ہوا کہ آج صرف تاریخ میں اس کا نشان باقی ہے، یہ صرف اللہ کی قدرت تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عزیمت جو اللہ ہی کی دی ہوئی تھی، اور اس کے نبی کی تربیت کی ہوئی تھی کہ وہ ارتداد کا فتنہ ختم ہو گیا، ورنہ پورے جزیرۃ العرب کا نام تاریخ میں اس حیثیت سے آتا کہ وہاں تھوڑے دن کے لئے اسلام ظاہر ہوا تھا، اور وہاں ایک ایسی ہستی پیدا ہوئی تھی، جو اپنے آپ کو نبی کہتی تھی، اور اس کے بعد کچھ دن

www.abulhasanalinadwi.org

وہ دین چلا، اور اس کی صرف ایک تاریخ رہ جاتی۔

اب دوسرے نمبر پر ضرورت تھی کہ دین تو محفوظ رہ گیا لیکن حاملینِ دین بھی محفوظ رہیں، اور جو داعیانِ اول ہیں، اور اس کے نمونۂ اکمل ہیں، اور جو اس کے عملی پیکر اور اس کا مظہرِ کامل ہیں، اُن کا مزاج بدلنے نہ پائے، بڑی شاندار تاریخ اور ماضی رکھنے والی، اعلیٰ مقاصد کی حامل، مستحکم سیرت و تربیت کی مالک قوموں اور جماعتوں کا حال یہ ہوا ہے کہ فتوحات حاصل کرنے اور متمدّن اور با وسائل ذخائر رکھنے والے ممالک فتح کر لینے کے بعد برف کی طرح گھُل اور موم کی طرح پگھل گئیں، اور انھوں نے سارے اصول و معیار سے دست برداری حاصل کر لی۔[1]

اس وقت کہ روم اور شام اور ایران فتح ہوئے ہیں، مصر و شام کی دولت اُمنڈ اُمنڈ کر آرہی ہے، اور بارش کی طرح برس رہی ہے، جن کو آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں تھا، وہ چیزیں ان کے ہاتھوں میں آرہی ہیں، عربوں کا حال یہ تھا کہ جب انھوں نے پہلی مرتبہ کافور دیکھا تو نمک سمجھ کر کھانے میں ڈالنے لگے، یہ عرب تھے، اونٹوں کے چرانے والے، خیموں میں رہنے والے، اونٹ کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے والے، اُن کو سابقہ پڑا رومن امپائر سے، ساسانیوں کی سیکڑوں سال پرانی سلطنت سے، جہاں تمدّن ارتقاء کے آخری درجہ تک پہونچ گیا تھا، اب خطرہ یہ تھا کہ اُمّت تمدّن کے اس سیلاب میں بہہ نہ جائے، اللہ تعالیٰ اس موقعہ پر ایسی ہستی کو سامنے لایا، جو اس وصف میں سب سے زیادہ ممتاز تھی کہا نہیں بالکل نہیں،

---

[1] ملاحظہ ہو (EDWARD GIBBON) کی مشہور تاریخ (THE DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE) (زوال و سقوط روما)

www.abulhasanalinadwi.org

میرے سامنے عربوں کا، اُمّت اسلامیہ کا، مزاج نہیں بدل سکتا، یہ تمدن کا شکار نہیں ہوسکتے، یہ عیش وعشرت میں نہیں پڑ سکتے، انھوں نے عربوں کو بڑی تاکید سے سادگی، جفاکشی، شہسواری، زُہد وقناعت اور اپنی قدیم نسلی سپاہیانہ و متقشفانہ خصوصیات کو قائم رکھنے کی ہدایت و تلقین کی۔[1]

خود ان کا یہ حال تھا کہ جب آپ جابیہ کی طرف سفر کر رہے تھے، تو اس شان کے ساتھ گئے کہ آپ ایک اونٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں، جس پر ایک معمولی کپڑا پڑا ہوا ہے، اگر زمین پر لیٹنا ہو تو وہی ان کا بستر ہے، اور اگر اوڑھنے کی ضرورت پڑے تو وہی ان کی چادر، جسم پر ایک موٹے سوتی کپڑے (کرباس) کا کرتہ تھا جس پر جگہ جگہ سے نشان پڑ گئے تھے، اور جا بجا پھٹا ہوا تھا،[2] بیت المقدس کے سفر میں جہاں آپ کو اس کی چابیاں لینی اور مسلمانوں کی تولیت میں اس کو لینے کا عمل کرنا تھا، راستہ میں پانی پڑا تو کھل کھل کر کے اس کو پار کر لیا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے یہاں جو مظاہرہ فرمایا یہ مناسب نہیں تھا، یہ رومی جو بڑے ترقی یافتہ اور تمدن سے آراستہ ہیں کہیں گے کہ یہ مسلمانوں کے خلیفۂ اعظم ہیں؟ ان کا حال یہ ہے کہ پانی میں اس طرح کھل کھلاتے چلے آرہے ہیں، آپ کسی معزز سواری پر تشریف لائے ہوتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات برداشت نہ ہوسکی اور انھوں نے فرمایا "أو لو غيرك قالها يا أبا عبيدة انكم كنتم أذل الناس فأعزكم الله بالإسلام فمهما تطلبوا العز بغيره يذلكم الله۔"

---

[1] البغوی بروایت ابوعثمان نہدی [2] ماخوذ از سیرت عمر بن الخطاب از ابن جوزی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مذاہب کی تاریخ، وارثینِ انبیاء کی تاریخ میں ان الفاظ کی مثال نہیں ملتی'
انھوں نے کہا کہ اے ابوعبیدہ! تم یہ کہہ رہے ہو؟ اگر کوئی اور یہ کہتا تو ہمیں افسوس نہ ہوتا، دل پر یہ چوٹ نہ لگتی، تم جیسا آدمی یہ کہہ رہا ہے' امین الامت! خدا کی قسم تم (اہلِ عرب) سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ذلیل وحقیر وقلیل نہ تھا، ہم کو اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزّت دی، اب تم جس راہ سے بھی عزّت تلاش کروگے اللہ تم کو ذلیل کرے گا۔[1] پھر جب وہاں پہونچے تو کہنے لگے' ارے تم نے اتنی جلدی اپنا لباس تبدیل کردیا؟ ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہو؟ تو حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ اے امیرالمؤمنین یہ ٹھنڈا ملک ہے' یہاں اس طرح کے کپڑوں کی ضرورت پڑتی ہے' اور دیکھئے ہمارے نیچے وہی کپڑے ہیں' انھوں نے کہا کہ اچھا خیر، اس کے بعد کسی پادری کو کُرتہ دیا کہ پھٹ گیا ہے ذرا اس کو سی دیں، پادری نے ایک دوسرا قیمتی کرتہ اس کے بدلے دے دیا، آپ نے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے؟ پادری نے کہا کہ حضرت یہ بڑے اچھے کپڑے (کتّان) کا بنا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ نہیں، ہمارا وہی کرتہ لاؤ، چنانچہ وہ کُرتا لایا گیا اور آپ نے اس کو پہنا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حاکم ومحکوم کے درمیان وہ فرق ہوتا تھا جو انسان اور جانور سے بھی زیادہ ہوتا ہے' آپ ہندوستان کو دیکھئے، یہاں جو طبقاتی تفاوت تھا، اور اونچی اور نیچی ذاتوں کے درمیان جو فرق تھا، وہ دیکھئے منوشاستر پڑھئے تو آپ کو اس وقت کے حالات کا علم ہوگا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۷ ص۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عدلِ الٰہی اور مساواتِ انسانی کے علمبردار تھے، اور ان کو اس صفت کو قائم بھی رکھنا تھا، اور اللہ کو ان کے ذریعہ اس وصف کو اس وقت تک پہونچانا بھی تھا، ان کی عدل گستری اور مساواتِ انسانی کا صرف ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔

ایک مرتبہ مصر میں گھوڑوں کی ریس ہو رہی تھی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو مصر کے فاتح اور اس کے گورنر ہیں، ان کے صاحبزادہ اس ریس میں شریک تھے، مقابلہ میں ایک قبطی کا گھوڑا ان کے گھوڑے سے جب آگے بڑھنے لگا تو انھوں نے ایک کوڑا گھوڑے پر لگایا، وہ رک گیا، تو انھوں نے اس قبطی پر بھی ایک کوڑا مارا اور کہا کہ میں ایک شریف زادہ ہوں اور تم مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہو؟ قبطی نے اس واقعہ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت عمر فاروق رضؓ نے گورنر صاحب کو اور ان کے صاحبزادہ دونوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا حالانکہ سب اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے، پھر آپ نے اس قبطی کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں کوڑا دیا اور حکم دیا کہ اس شریف زادہ گورنر صاحب کے صاحبزادہ کے سر پر ایسا ہی پھیرو جیسا کہ انھوں نے تمھارے سر پر پھیرا تھا۔[1]

یہ تھی وہ چیز جس کی وجہ سے اسلام میں یہ نظامِ عدل اور مساواتِ انسانی اور انسانیت کا احترام اور اس کا شرف اور اس کی عزّت باقی رہی۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ تیسرے نمبر پر کس چیز کی ضرورت تھی؟

---

[1] ملاحظہ ہو کتب تاریخ و سیرت عمر بن الخطاب (عربی) الفاروق (اردو)

www.abulhasanalinadwi.org

فتنۂ ارتداد ختم ہو چکا تھا، دین میں تحریف کا دروازہ بند ہو چکا تھا، انسانی مساوات اور عدل کا نظام قائم ہو چکا تھا، اب ضرورت تھی کہ یہ اسلامی مملکت (EMPIRE) قائم رہے، یہ قائم رہے گی تو خیر کا دروازہ کھلا رہے گا، کیسی کیسی قومیں حلقہ بگوش اسلام ہوں گی، کیسے کیسے باکمال افراد پیدا ہوں گے، کیسے کیسے عالم ربانی پیدا ہوں گے، کیسے کیسے ائمہ و مجتہدین پیدا ہوں گے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ جیسے، کیسے کیسے محدثؒ پیدا ہوں گے، امام بخاری اور امام مسلم جیسے، کیسے کیسے قانون ساز پیدا ہوں گے امام ابو یوسف اور امام محمد جیسے، کیسے کیسے فاتح پیدا ہوں گے عقبہ بن نافع اور طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم جیسے۔

چنانچہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا، کیونکہ انھیں کے خاندان کے لوگ زیادہ تر ملکوں کے فاتح اور حاکم و منتظم تھے، اور یہ انسانی فطرت ہے کہ جب اہل کارانِ سلطنت کا خونی رشتہ بھی ہوتا ہے، نسبی و وطنی رشتہ بھی ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنی چیز سمجھتے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم محض ملازم ہیں اور جوابدہ ہیں، تو وہ اس وقت اس کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہیں، اب یہاں پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی، چنانچہ وہ آئے اور تاریخ بتاتی ہے کہ کیسی فتوحات ان کے زمانہ میں ہوئیں، آپ کے زمانہ میں قبرص (CYPRUS) افریقہ کا ایک بڑا حصہ، آذربائیجان، اصطخر، سابور، شیراز اصفہان، طبرستان، سجستان، اور نیشاپور فتح ہوئے[1]۔

خلافتِ عظمیٰ پر فائز اور وسیع مملکت کے حاکم اور ذاتی طور پر فراخ معیشت اور صاحبِ املاک ہونے کے باوجود دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ

[1] تاریخ اسلام از علامہ ذہبی۔ (م ۷۴۸ھ)

www.abulhasanalinadwi.org

ہم نے دیکھا کہ آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں، اور آپ کے جسم پر ایک موٹی چادر ہے جس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہیں۔

ایسا بارہا ہوا کہ باہر کے وفود آئے ان کو لذیذ کھانے کھلائے اور خود گھر جاکر نہایت سادہ غریبانہ کھانا کھایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب محاصرہ ہوا تو آپ نے اگرچہ خلافت سے دست برداری منظور نہیں کی کہ وہ نبی کی نیابت تھی اور منشاءِ رسول اور مصالح اسلامی کے مطابق اور اس طرح استقامت و عزیمت کی ایک شاندار نظیر چھوڑی لیکن اپنی سلامتی و حفاظت کے لئے مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بہانے کی اجازت نہیں دی، شہادت سے ایک روز پہلے آپ کے مکان پر سات سو کے قریب مہاجر و انصار جمع ہو گئے، جن میں متعدد جلیل القدر صحابہ بھی تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس پر بھی میرا کوئی حق ہے اس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ اپنا ہاتھ روک لے اور اپنے گھر چلا جائے، اپنے غلاموں سے فرمایا، جو تلوار میان میں کرلے وہ آزاد ہے۔[1]

اسلام کی طرف سے اب بالکل اطمینان ہو چکا تھا، سیاسی، انتظامی اور عسکری طور پر اب کوئی خطرہ باقی نہ تھا، اب ضرورت تھی کہ مسلمان اتنے دنوں تک حکومت کر چکے تھے، اور تمدن کا اثر پڑنا لازمی تھا، اور سیاسی طرزِ فکر کا آنا بھی ضروری تھا کہ آدمی سیاسی اقدار (POLITICAL VALUES) کے ذریعہ سوچے اور فیصلہ کرے کہ اس وقت یہ کرنا مناسب ہے اور یہ کرنا نامناسب، سیاسی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے، اور دین کا مطالبہ یہ ہے۔

---

[1] ابن کثیر ج ۷، ص ۱۸۱-۱۸۲

www.abulhasanalinadwi.org

اب ضرورت تھی کہ خلیفۂ رابع سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لایا جائے جن کا اصل وصف اور اصل امتیاز یہ تھا کہ سیاسی اصولوں اور سیاسی منافع اور مفادات پر خالص دینی اصولوں کو ترجیح دی جائے، اور اس کی ذرا پرواہ نہ کی جائے کہ خلافت ہاتھ میں رہے گی یا نکل جائے گی، نہیں یہ چیز یہاں کے لئے مناسب نہیں اس کو بدل دینا چاہیئے، یہ کام یہاں نہیں ہونا چاہیئے، یہاں تک کہ ان کی نظر اس پر بھی تھی کہ اپنے عمّال سلطنت کا محاسبہ کرتے تھے، ایک صاحب ایک دعوت میں چلے گئے اُن کے نام خط ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایسی دعوت میں گئے ہو، جہاں غریبوں کو ہٹایا جاتا ہے اور امیروں کو بلایا جاتا ہے، تم نے وہاں کی دعوت میں شرکت کی اور انواع و اقسام کے کھانے کھائے! پھر ان کی آخری زندگی کا یہ حال تھا کہ بعض مرتبہ کوئی مہمان آیا اور اس کو خیال تھا کہ آج امیر المؤمنین کے یہاں آئے ہیں، آج تو خوان نعمت لگے گا، طرح طرح کے کھانے رکھے جائیں گے، لمبا چوڑا دسترخوان بچھے گا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک تھیلی منگوائی، اس پر مہر لگی ہوئی تھی، آپ نے مہر توڑی اور اس کو کھولا تو اس میں سے ستّو نکلا، اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہاں تو اس وقت بصرہ اور کوفہ میں لذیذ اور عمدہ کھانوں کی فراوانی ہے، اور آپ ستّو کھاتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں یہ میرا خریدا ہوا ہے اور یہی میرا کھانا ہے، میں نے اس پر مہر لگا رکھی ہے تاکہ اس میں کوئی باہر کی چیز داخل ہونے نہ پائے۔

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ ایک زرہ کے معاملہ میں آپ کا عدالت جانا ہوا آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاتھ لگ گئی تھی، جو کھو گئی تھی، اس کا مقدمہ قاضی کے پاس گیا، اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک فریق کی حیثیت سے عدالت جانا پڑا، آپ اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

صاحبزادہ حضرت حسنؓ اور ایک غلام کو لے کر عدالت گئے، قاضی صاحب نہ اُن کے لئے کھڑے ہوئے، اور نہ اُن کو اس جگہ بٹھایا جہاں امیر المؤمنین کو بٹھانا چاہئے تھا، اور جب آپ نے گواہ پیش کئے تو قاضی صاحب نے ان کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ان میں تو ایک آپ کے صاحبزادہ ہیں اور دوسرے آپ کے غلام، لہذا ان کی گواہی معتبر نہیں، آپ نے کچھ نہیں کہا، لیکن وہ یہودی اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور کلمہ پڑھا کہ امیر المؤمنین اس طرح قانون پر چلتے ہیں اور اپنی طاقت اپنی شان اور حیثیت سے بالکل کام نہیں لیتے۔

آپ کے عہد خلافت کی یہ بھی ایک خصوصیت و افادیت تھی کہ آپ نے اس کا نمونہ پیش کیا کہ اندرونی فتنوں، ہم مذہبوں کی مخالفتوں اور انتشار کے دور میں کس طرح اصول پر قائم رہا جاتا ہے اور سیاست دین پر غالب نہیں ہونے پاتی، امام ابو حنیفہ رحؒ نے خوب فرمایا ہے کہ اگر حضرت علی کا دور نہ ہوتا تو ہمیں خیر القرون کی کوئی مثال اور نمونہ نہ ملتا کہ فتنوں اور خود مسلمانوں کی مخالفت کی حالت میں کیا کرنا چاہئے[1]

یہ تھا وہ جوہر جس کی چوتھے نمبر پر ضرورت تھی، اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو جاری رکھا، اور یہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے، میں صفائی سے آپ سے کہتا ہوں کہ حضرات حسنینؓ کا معاملہ بھی آیاتِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خدا تعالیٰ کا جو مخصوص معاملہ رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو

---

[1] مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ لصدر الائمہ ج ۲ ص ۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

دنیا کی جو بہتر سے بہتر نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اُن میں سے آپ کے یہ دو پھول بھی ہیں، جن کو "ریحانتی رسول اللہ" کا لقب ملا ہے۔

میں اپنے تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں صاف کہتا ہوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اقدام بالکل صحیح تھا جو انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کیا تھا، اور پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا تھا: "إن ابنی ھذا سیّدٌ وسیُصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین[1]" میرا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا، یہ بات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے صرف ایک خبر نہیں تھی، بلکہ یہ آپ کے لئے ایک وصیّت تھی، منشاءِ رسول تھا، اللہ کے رسول کا منشاء بھی اور پیارے نانا جان کا منشاء بھی، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے لئے خالص حکمِ نبوی سمجھا اور اس کے مطابق جو اقدام کیا وہ بالکل صحیح تھا کہ معاملہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا، جو صحابی تھے، کاتبِ وحی تھے، قریبی رشتہ دار تھے، اور کوئی بات موجبِ خروج اور تلوار اٹھانے کی نہ تھی، اُن کے مخالفانہ فوجی اقدام کا نتیجہ خونریزی کے سوا کچھ نہ ہوتا، اُن کو جب بعض جوشیلے لوگوں نے طعنہ دیا کہ یہ ننگ و عار کی بات ہے تو فرمایا "العار خیرٌ من النّار"

اسی طریقہ سے جب معاملہ یزید کا آیا تو میرے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام سَو فی صدی صحیح تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہی کرنا چاہیئے تھا، ورنہ قیامت تک کے لئے قرنِ اول کا کوئی نمونہ ہمارے سامنے نہ ہوتا کہ جب کوئی

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج ۱ ص ۲۳

غلط اقتدار قائم ہو جائے، اور جب معاشرہ کی سیرت و کردار کے تبدیل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے، جب حکومت بجائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے، اور بجائے تقویٰ اور طہارت پیدا کرنے، اور بجائے خدا ترسی اور عبادت کا ذوق بنانے کے سیر و شکار اور تعیش و لذت اندوزی کا ذوق پیدا، اور دولت و اقتدار کا غلط استعمال ہونے لگے[1] تو ہمارے سامنے کوئی نمونہ اس کا بھی ہونا چاہیئے تھا کہ کوئی اللہ کا بندہ اُٹھے اور اس کو چیلنج کرے اور اس کے مقابلہ میں آجائے، اگر یہ نہ ہوتا تو آپ اسلام کی بعد کی تاریخ میں دیکھئے کہ وہ ساری کی ساری اس شعر کی تمثیل ہوتی کہ ع

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

---

[1] یزید کی سیرت و کردار کے بارے میں سب سے معتبر شہادت ان کے بیٹے معاویہ بن یزید کی ہو سکتی ہے، اس کا شاہد ان کا وہ خطبہ ہے جو انھوں نے اپنی جانشینی سے دستبردار ہونے کے موقع پر دیا۔ مؤرخ لکھتا ہے :۔

"انھوں نے اپنے والد اور ان کی خلافت کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کے ناروا سلوک و عمل، خود اپنے اوپر زیادتی، اور اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خلافتِ عظمیٰ کے بارے میں نا اہلی، ظلم و زیادتی، جرأت علی اللہ کے اقدامات، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی حرمت کی پامالی کا تذکرہ کیا پھر ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بہت دیر تک روتے رہے"۔ (تاریخ الخمیس الجزء الثانی تالیف۔ الشیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری ص۳۳۶ طبع ۱۳۰۲ھ)

واقعۂ کربلا کے علاوہ واقعۂ حرّہ جو خاص مدینہ منورہ سے تعلق رکھتا ہے اور جس میں اس بلدِ رسول اور دار الہجرہ کی سخت بے حرمتی اور وہاں کے سکّان کرام کی سخت بے عزّتی ہوئی، کچھ کم قابلِ مذمت اقدام نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو کتب تاریخ)

www.abulhasanalinadwi.org

جو غلط اقتدار آجاتا، جو غلط حکومت قائم ہو جاتی، ہم بس اُس کے تابع بن جاتے کہ یہی تقدیرِ الٰہی ہے، ہمارے پاس صدرِ اول کا کوئی نمونہ نہیں ہے، ہمارے پاس کوئی قابلِ اقتدا مثال نہیں ہے کہ ہم کچھ کر سکیں، پھر اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اس سے اسلامی وحدت پر اثر پڑے گا، مسلمانوں کی اجتماعیت خطرہ میں پڑ جائے گی، سب خاموش تماشائی بنے رہیں گے۔

اس کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نمونہ قائم کیا گیا، کہ نہیں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں آئیں اور کسی چیز کی پرواہ نہ کریں، چنانچہ بعد کے مجاہدین کی اگر آپ تاریخ پڑھیں اور اُن کی نفسیات کا مطالعہ بھی کریں، اور اُن کے مکالمے بھی اگر دیکھیں اور اُن کی باتیں بھی سنیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مختلف عہدوں اور ملکوں میں جو اصلاحی تحریکات وجود میں آئیں اور جو انقلابی کوششیں پروان چڑھیں، ان سب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ نمونہ کام کر رہا تھا، امیر عبدالقادر جزائری ہوں یا عبدالکریم ریفی، شیخ سنوسی ہوں یا شیخ شامل داغستانی یا سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ، سب کے حوصلے کو بڑھانے والی، اُن کے اندر جذبہ پیدا کرنے والی چیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ نمونہ ہے کہ یہ کوئی طفلانہ حرکت نہیں، کوئی اشتعال انگیز، کوئی انتشار پیدا کرنے والی حرکت نہیں، بلکہ حُسَینی سُنّت ہے۔

یہ سلسلہ ہمارے اس دور تک قائم ہے، تحریک خلافت جس کا لکھنؤ ایک بڑا مرکز تھا، اس کے جو سب سے بڑے قائد تھے، یعنی رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر ان کے اندر بھی حضرت حسینؓ کی تقلید کا یہ جذبہ کام کر رہا تھا، وہ کہتے ہیں ؎

www.abulhasanalinadwi.org

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
خوش ہوں کہ وہ پیغام وفا میرے لئے ہے

پھر آپ دیکھیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت زین العابدین کے صاحبزادہ زید بن علی بن حسین رضؓ جب ہشام بن عبدالملک کے (جو یزید سے یقیناً کچھ بہتر ہی ہوگا) مقابلہ میں کھڑے ہوئے تو امام ابوحنیفہ رحؒ نے دس ہزار درہم جو اس زمانہ کے لحاظ سے اور امام ابوحنیفہ رحؒ کے اعتبار سے (جو ایک مجتہد اور فقیہ تھے، کوئی سرمایہ دار نہیں تھے) بہت بڑا عطیہ ہے، ان کو بھیجے اور کہا آپ اس سے کام لیجئے، اور پھر اس کے بعد جب حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ (محمد ذوالنفس الزکیہ کون ہیں؟ محمد ذوالنفس الزکیہ بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن حسن المجتبیٰ رضؓ بن سیدنا علی المرتضیٰ رضؓ) جب منصور کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے (منصور کون؟ ہارون رشید کا دادا اور بغداد میں خلافتِ عباسیہ کا بانی) تو تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحؒ اور امام مالک رحؒ نے ان کا ساتھ دیا، اور رقم بھی بھیجی، اور حسن ابن قحطبہ کو جو منصور کا جنرل تھا، امام ابوحنیفہ رحؒ نے روک دیا کہ تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم محمد ذوالنفس الزکیہ اور اُن کے بھائی ابراہیم سے جنگ کرو، یہ دو بھائی تھے، محمد بن عبداللہ جو مدینہ میں کھڑے ہوئے اور حدیث موجود ہے کہ میری اولاد میں ذوالنفس الزکیہ ہوگا، جو مدینہ میں احجارِ زیت میں شہید ہوگا، یہ پیشین گوئی آپ پر صادق آئی، دوسرے بھائی ابراہیم تھے جو بغداد میں کھڑے ہوئے تھے لیکن تاریخوں کے اختلاف کی وجہ سے ذرا سا فرق ہوگیا، چنانچہ دونوں مل کر مقابلہ نہیں کرسکے، امام ابوحنیفہ رحؒ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کا ساتھ دیا، اور رقم بھی بھیجی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اب اگر کوئی حضرت حسینؓ، زید بن علیؒ اور محمد ذو النفس الزکیہؒ کے اس اقدام پر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ جمعیتِ اسلامی اور اقتدارِ اسلامی کے خلاف ایک غیر مستحسن اقدام، اور ایک ناعاقبت اندیشانہ عمل تھا، تو وہ گویا یہ کہتا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ اور مجتہد ہے، اور زیادہ خدا ترس اور اسلام دوست، اور آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ نہ صرف فقیہ اور مجتہد تھے، بلکہ ایسے فقیہ اور مجتہد تھے کہ میں شریعت اور فقہ اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ملتوں میں ان دونوں کی مثال نہیں ملتی، انھوں نے نہیں سوچا کہ اسلامی اقتدارِ اعلیٰ کے خلاف یہ لوگ قدم اٹھا رہے ہیں؟ ان کے پاس کیا فوجی طاقت ہے؟ اس کا نتیجہ سوائے انتشار کے کچھ نہیں، دونوں نے بالکل خم ٹھونک کر ان لوگوں کی تائید کی۔

یہ ہم اہلِ سنّت کا امتیاز ہے کہ ہم صحابۂ کرام کی عظمت کرتے ہیں، ان کی فضیلت کے قائل ہیں، اور اہلِ بیت سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے اس سرمایہ پر فخر کرتے ہیں، اور یہ حال جس کی یادگار ہے[1]، میں خود اس کے متعلق یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہی اُن کا مسلک تھا، یہی حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اُن کے بعد اُن کے خاندان کا مسلک تھا، یہی مجدد الف ثانیؒ کا مسلک تھا، میں نے صاف پڑھا ہے کہ جب ان کے والد (حضرت شیخ عبد الاحد سرہندیؒ) کا انتقال ہونے لگا، بالکل سکرات کا وقت تھا، حضرت مجدد صاحب نے کہا کہ ابّا جان آپ بہت کہا کرتے تھے کہ اہلِ بیت کی محبّت کا حُسنِ خاتمہ میں بہت دخل ہوتا ہے، تو فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں، اور پھر اس جگہ یہ شعر لکھا ؎

---

[1] امام اہلِ سنّت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقیؒ مراد ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ[1]

یہ ہمارا شعار ہے، ہم کسی قیمت پر بھی اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، ہم خلفاءِ راشدین کو احق الناس بالخلافۃ اسی ترتیب کے ساتھ اور ان کی اولیت بھی اسی ترتیب کے ساتھ، پہلے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، دوسرے نمبر پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تیسرے نمبر پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، چوتھے نمبر پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، ہم اس ترتیب کے بھی قائل ہیں، ان کی افضلیت کے بھی قائل ہیں، اور اُن کی خلافت کی حقانیت کے بھی قائل، اس کے ساتھ ہم اہلِ بیت سے بھی محبت رکھتے ہیں، اور ہم حضراتِ حسنینؓ کے اقدام کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔

ہمارے تمام قابلِ اعتماد اور لائق استناد مجتہدین اور ائمہ سب متفق ہیں یزید کے فعل کی شناعت اور یزید کے فسق پر، امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق صاف آتا ہے کہ اُن کے صاحبزادہ نے کہا کہ ابّا جان کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یزید کو پسند کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ بیٹا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو کیا وہ یزید کو پسند کر سکتا ہے؟ صاحبزادہ نے عرض کیا کہ پھر آپ لعنت کیوں نہیں بھیجتے یزید پر، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ تم نے اپنے باپ کو کب کسی پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا ہے؟[2]

یہی امام ابن تیمیہؒ کا مسلک ہے، جب اُن کا مکالمہ تاتاری قائد بولائی سے ہوا تو یزید کے بارہ میں بڑے سخت الفاظ استعمال کئے، اور اس نے اپنی براءت کا اظہار کیا، اور اس کے فعل کی شناعت بیان کی۔[3]

یہی مسلک تھا حضرت مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اور

۱؎ زبدۃ المقامات ص۱۲۳ ۲؎ فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۴ ص۴۸۳ ۳؎ ایضاً ج ۴ ص۵۱۱

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے تمام پیشواؤں کا یہی مسلک تھا' امام اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کا، میں اُن کو جانتا ہوں کہ اُن کو اہلِ بیت سے کتنا تعلق تھا، اور حضراتِ حسنینؓ سے کتنا تعلق تھا یہاں تک کہ اُن کے منتسبین تک سے ان کا جو معاملہ تھا' وہ ہم سب جانتے ہیں، اس خصوصیت سے ہم کو کبھی دست بردار نہیں ہونا چاہئے' اور اس کے بارے میں کوئی سودا نہیں کرنا چاہئے، نہ عظمتِ صحابہؓ کے بارے میں' نہ خلفاء راشدین کی ترتیب کے بارے میں' اور نہ حضراتِ حسنینؓ کے فعل کی صحت کے بارے میں' اور نہ اُن کے اقدام کے صحیح اور مبارک ہونے کے بارے میں۔

خوارج ایک طرف چلے گئے، روافض ایک طرف چلے گئے، بے توفیق تھے وہ، خدا کی نصرت' اس کی رہنمائی اور اس کی ہدایت سے محروم تھے وہ، خوارج نے حضرت علی کی تکفیر کی، اور روافض نے خلفاءِ ثلاثہ کی تکفیر کی اور اُن کے ائمہ جو یہ بات کہتے ہیں کہ حضورؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد صرف تین آدمی دین پر قائم رہے' اور بقیہ تمام لوگوں نے ارتداد کا راستہ اختیار کیا، معاذ اللہ اس سے بڑھ کر رسول کی ناکامی کا اعلان اور آپ کی رسالت اور آپ کی کیمیا اثر صحبت کی تاثیر کا انکار اور کیا ہوگا، یہ تو عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی نہیں کیا چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات لکھی ہے' اور اس سے بہتر بات نہیں ہوسکتی اور میں اسی پر اپنی تقریر ختم کروں گا۔

وہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمھاری اُمّت میں' اُمّتِ یہودیہ میں سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ لوگ کون تھے' انھوں نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی، عیسائیوں سے پوچھا کہ تم اپنی اُمّت میں

www.abulhasanalinadwi.org

سب سے افضل اور سب سے بہتر کسے سمجھتے ہو، اور اُمّتِ عیسوی میں نمونۂ کامل کون لوگ تھے، انھوں نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، روافض سے پوچھا گیا کہ اُمّت اسلامیہ میں سب سے بدتر اور خراب لوگ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابی، بالکل اُلٹی بات۔

ارے بھائی جن کا یہ سب فیض ہے، اور یہ جو آج روشنی نظر آرہی ہے۔

بقول شاعر ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

اس کا فیض اگر اس کے قریب ترین لوگوں میں نہ پہونچے تو پھر کیسا دعویٰ، اور میں نے تو کہا کہ اگر میں کسی مغربی ملک میں تقریر کر رہا ہوں اور تقریر زور شور سے جاری ہو اور لوگ متأثر ہو رہے ہوں کہ ایک دم سے ایک عیسائی کھڑا ہوتا ہے اور مجھ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مولانا صاحب! یہ جو آپ ہم کو دین کی دعوت دے رہے ہیں تو آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں، آپ کے نبی کے تیار کئے ہوئے لوگ آپ کے نبی کی آنکھ بند ہوتے ہی پھر گئے، تو پھر آپ ہم سے کیا امید رکھتے ہیں، اور ہم پر کیوں محنت کرتے ہیں، ہم اگر آج کلمہ بھی پڑھ لیتے ہیں مسلمان بھی ہو جاتے ہیں، تو ہمارا کیا اعتبار، ہمارے پاس کوئی جواب نہیں، تو جب بقول بعض اثنا عشری علماء کے تین ۳ ہی ارتداد سے بچے اور اسلام پر قائم رہے، ۲۳ سال کی محنتِ شاقہ اور مؤثر تربیت جو خاک کے ذرّوں کو کیمیا بنا دے، اور سونا کیا چیز ہے، اس کو آسمان تک پہونچا دے، اس ۲۳ سالہ مشقت اور تبلیغ کے بعد نتیجہ صرف یہ ۳ آدمی ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

تو آپ ہم کو کس امید اور کس بھروسہ پر دین کی دعوت دے رہے ہیں۔؟

آپ اس چیز کو ہمیشہ قائم رکھیں، صحابۂ کرامؓ کی عظمت و عقیدت، اُن کی افضلیت کا عقیدہ، ان کی خلافت کو برحق ماننا، اور حضرات حسنین سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دونوں کے اقدام کو بالکل صحیح سمجھنا اور ان کے لئے دعائے خیر کرنا، اور ان سے محبت کرنا یہ ہمارا آپ کا شعار رہے، اور اس پر ہم کو فخر ہے، اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم اس پر زندہ رہیں، اور اسی پر دنیا سے جائیں۔

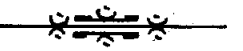

www.abulhasanalinadwi.org

خلفائے اربعہ

(رضوان اللہ علیہم)

بے نظیر وحدتِ مزاج و وحدتِ منہاج

www.abulhasanalinadwi.org

راقمِ سطور کے نزدیک خلافتِ راشدہ اور اس کے ارکانِ اربعہ کی یہ تعبیر صحیح نہیں کہ وہ چند مختلف المزاج و مختلف الأغراض، متبائن الأسالیب اشخاص کے اتفاقی مجموعہ کا نام ہے، اور یہ چاروں حضرات چار مختلف سیاستوں اور رُجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں، بخت و اتفاق نے اُن کو ایک زنجیر (خلافت و قیادتِ اسلامی) میں جوڑ دیا اُن میں سوائے ایمان و اخلاص اور صداقت اور حقّانیت کے کوئی مشترک عُنصر نہیں، جو لوگ زیادہ تاریخی بصیرت اور دقّتِ نظر کا اظہار کرنا چاہتے ہیں، وہ خلافتِ راشدہ کو دو حصوں اور خلفائے راشدین کو دو گروپوں پر تقسیم کرتے ہیں، خلافتِ راشدہ کے پہلے حصّے یا دَور کو اسلام کی ترقی و پیش قدمی اور دوسرے دَور کو اسلام کے تنزّل اور وقوف سے تعبیر کرتے ہیں، پہلے دَور کا امام صدّیق اکبر اور فاروق اعظم (رضی اللہ عنہما) کو مانتے ہیں، اور دوسرے دور کا امام عثمان غنی اور علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) کو کہتے ہیں، میرے نزدیک یہ تقسیم جسارت سے خالی نہیں، میرے نزدیک یہ چاروں حضرات فرداً فرداً خلافتِ نبوی کا مظہرِ اتم اور مصداقِ کامل تھے، ذاتی فضائل و مناقب اور ان کی بنا پر تفاوتِ درجات کو الگ کر کے خلافتِ راشدہ کا مزاج اور اس کی روح اُن میں سے ہر ایک میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

خلافتِ راشدہ کیا ہے؟ خلافتِ راشدہ نہ اسلامی مملکت کی وُسعت کا نام ہے، نہ کثرتِ فتوحات کا، نہ کامیابیوں کے تسلسل کا، اگر معیار یہی ہو تو پھر ولید بن عبدالملک اور ہارون الرشید کو سب سے بڑا خلیفۂ راشد ماننا پڑے گا، خلافتِ راشدہ نام ہے نبی کے مزاج اور طرزِ زندگی میں نیابتِ کاملہ کا، نبوّت کا امتیازی مزاج کیا ہے؟ ایمان بالغیب کی قوّت، اطاعتِ الٰہی کا جذبۂ صادق وکامل، غیب پر شُہود، احکام پر مصالح و فوائد کو قربان کرنا، دنیا پر آخرت اور غنا پر فقر وزُہد کو ترجیح دینا، اسبابِ دنیا سے کم سے کم متمتّع ہونا اور دوسروں کو زیادہ سے زیادہ متمتّع کرنے کی کوشش کرنا، یہ وہ اجمال ہے جس کی تفصیل پوری سیرتِ محمّدی ہے اور جس کے مظاہر بدر و خندق کے معرکے، تبوک کا سفر، حُدیبیہ کی صُلح، مکّہ کی فتح اور ۲۳ برس کی وہ زاہدانہ زندگی ہے جس کا اوّل شعبِ ابی طالب کی اسیری اور جس کا آخر زندگی کی وہ آخری شب ہے جس میں گھر میں چراغ بھی نہ تھا، اور زرہ نبوی تیس ۳۰ صاع جَو کے عوض میں ایک یہودی کے یہاں رہن تھی۔

اس معیار سے ان خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم وارضاہم) کی زندگی اور دورِ خلافت، خلافتِ راشدہ کا مکمل نمونہ تھا، جس میں نبیؐ کے مزاج اور طرزِ زندگی کی پوری نمائندگی تھی، واقعۂ ارتداد میں حضرت ابوبکر صدّیقؓ کی بے نظیر صلابت واستقامت اور اس فتنۂ عالم آشوب میں مٹھی بھر جماعتِ صحابہ کے ساتھ پورے ملک عرب سے جنگ کرنے کا عزم اور فیصلہ، پھر عین اس نازک وقت میں جب کہ ایک ایک سپاہی ـــــ جیش کا قائم مقام تھا، اور اسلام کا مرکزِ ثقل (مدینہ طیبہ)

www.abulhasanalinadwi.org

دشمنوں کے نرغہ میں تھا، جیشِ اُسامہؓ کو شام کی جانب روانہ کر دینے اور منشاءِ نبوی کے تکمیل پر (حالات و تغیّرات کا لحاظ کئے بغیر) اصرار، پھر مسلمانوں کی موت و حیات کی اسی فیصلہ کُن گھڑی میں دنیا کی دو عظیم ترین شہنشاہیتوں (رومۃ الکبریٰ اور فارس اعظم) میں جنگ کا سلسلہ چھیڑ دینا، ایمان و اطاعت کا وہ واقعہ ہے، جس کی نظیر صرف انبیاء اور اُن کے خلفائے اولوالعزم کی تاریخ میں مل سکتی ہے۔

اسی کے ساتھ زمانۂ خلافت و فتوحات میں ایسی زاہدانہ زندگی گزارنا جس میں بیت المال کے روزینہ سے منہ کا ذائقہ تبدیل کرنے اور بچوں کا منہ میٹھا کرنے کی بھی گنجائش نہ تھی، اور پھر انتقال کے وقت اس پوری رقم کو جو زمانۂ خلافت میں (مسلمانوں کے فیصلے سے) بیت المال سے اپنی گزر اوقات کے لئے لی تھی، ذاتی زمین فروخت کر کے بیت المال کو واپس کر دینے اور اس پورے سامان کو جس کا خلافت کے دور میں اضافہ ہوا تھا، بیت المال میں منتقل کر دینے کی وصیّت زہد و ایثار کے ایسے واقعات ہیں، جن کی نظیر شاید انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے علاوہ کہیں اور نہ مل سکے، اور جو اسی اصل کا "ظلّ" ہے، جس کی خلافتِ اولیٰ کا شرف اُن کو حاصل تھا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کا روم و شام کی جنگوں اور یرموک و قادسیہ کے معرکوں میں افواج کی تعداد و اسلحہ کے بجائے اللہ کی فتح و نصرت اور اسلامی افواج کے اعمال و اخلاق اور تعلّق باللہ پر اعتماد، یرموک کے معرکہ کے موقع پر (جس سے سخت معرکہ تاریخ اسلام میں کم پیش آیا ہوگا) اسلام کے مظفّر و منصور قائد اور

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی افواج کے محبوب و معتمد سپہ سالار خالد بن الولیدؓ کو اسلامی افواج کی قیادتِ عُلیا سے معزول کر دینا، اور ابو عبیدہؓ جیسے نرم خو و نرم مزاج کو قائد مقرر کرنا، عظیم ترین عُمّالِ حکومت کا بے لاگ احتساب، جبلہ بن الایہم جیسے سردارِ قوم اور بادشاہ پر ایک غریب فزاری کے مقابلہ و معاملہ میں قصاص جاری کرنا، ایسی ایمان و اطاعت کی مثالیں ہیں، جو نبوّت کا مزاج اور خلافتِ راشدہ کا طغرائے امتیاز ہے۔

پھر اُن کا زُہد و احتیاط جس نے عام الرّمادہ (قحط عام) میں اُن کو ہر ایسی غذا سے باز رکھا جو عام مسلمانوں اور اُن کی وسیع مملکت کی عام آبادی کو میسّر نہیں تھی، یہاں تک کہ لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس قحط نے طول کھینچا تو وہ بچ نہیں سکیں گے، اور اُن کی زاہدانہ زندگی اور تقشّف جس نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی ہے، اسی زاہدانہ زندگی کا پَرتَو ہے جس کی اصل و ظِل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے خلیفۂ اوّل کی نیابت اُن کے حصّہ میں آئی تھی۔

اسی طرح وہ ثبات و استقامت اور وہ عزم و یقین جس کا اظہار حضرت عثمانؓ نے بلوائیوں کی شورش اور ترکِ خلافت کے مقابلہ کے موقع پر کیا، اور بالآخر مظلومانہ شہادت پائی، پھر اسبابِ غنا کی فراوانی و موجودگی میں اپنی ذاتی زندگی میں اس زُہد و ایثار کا اظہار جو اُن کے تین نامور پیشروؤں کی میراث تھی، حکومت کے مہمانوں اور عام مسلمانوں کو امیرانہ اور پُر تکلّف کھانا کھلانا اور خود گھر میں جا کر زیتون کے تیل سے روٹی کھانا وہ صحیح خلافت ہے جس کی خلعت رسول اللہؐ نے اُن کو پہنائی اور جس کے اُتارنے سے انھوں نے صاف انکار کر دیا۔

خلافتِ نبوّت کا یہی مزاج اور زندگی کا یہی انداز اسی سلسلۃ الذّہب کی

www.abulhasanalinadwi.org

آخری کڑی ابنِ عمِّ رسولؐ کی زندگی میں پورے طور پر نمایاں و روشن ہے، اس طلائے خالص اور اس جوہرِ اصلی پر جمل اور صفین کی جنگوں کا جو عارضی غبار پڑ گیا ہے، اس کو اگر آپ ہٹا دیں، تو اس گوہر آبدار کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرے، اور خلافتِ نبوّت کے وہ تمام خصائص نظر آجائیں جو اس کے تین پیشروؤں اور زندگی کے رفیقوں میں مشترک ہیں، حکم اور اصول پر مصلحت و سیاست کو قربان کرنا، خلافت کے بقا و استحکام کے لئے اُن تمام طریقوں اور تدبیروں کے اختیار کرنے سے انکار کر دینا جو اہلِ حکومت اختیار کرتے ہیں، لیکن خلافتِ نبوّت کے امین کے لئے اُن کی گنجائش نہیں، عمّالِ حکومت اور اراکینِ مملکت میں سے ایسے اصحاب کو اُن کے عہدوں سے سبکدوش کر دینے میں تامّل نہ کرنا جو اس کی نظر میں وَرع و تقویٰ کے اس بلند معیار پر نہیں، جس پر رسولؐ اور اُس کے خلفاء چھوڑ کر گئے ہیں، اور جو اس نظامِ خلافت کے شایانِ شان ہے، اصول و عقیدہ کی خاطر اور خلافت کو "منہاجِ نبوّت" پر باقی رکھنے کے لئے ان تمام ناخوشگوار فرائض کو انجام دینا جو اس کے لئے سوہانِ روح تھے، لیکن عقیدہ اور مومن کے یقین کا تقاضا اور وقت کا مطالبہ تھا، خلافت کی پوری مدّت کو ایک مسلسل مجاہدہ، ایک مسلسل کشمکش، ایک مسلسل سفر میں گزارنا لیکن نہ تھکنا، نہ مایوس ہونا، نہ بددل ہونا، نہ شکایت کرنا، نہ راحت کی طلب، نہ محنت کا شکوہ، نہ دوستوں کا گلہ، نہ دشمنوں کی بدگوئی، مدح و ذم سے بے پروا، جان سے بے پروا، انجام سے بے پروا، نہ ماضی کا غم، نہ مستقبل کا اندیشہ، فرض کا ایک احساسِ مسلسل اور سعی کا ایک سلسلۂ غیر منقطع، دریا کا سا صبر، سورج اور چاند کی سی پابندی، ہواؤں اور بادلوں کی سی فرض شناسی، معلوم ہوتا ہے جس طرح ذوالفقار اُن کے ہاتھ میں

www.abulhasanalinadwi.org

سرگرم و بے زبان ہے، اسی طرح وہ کسی اور ہستی کے دستِ قدرت میں سرگرمِ عمل اور شکوہ و شکایت سے ناآشنا ہیں۔

ایمان و اطاعت کا وہ مقام ہے جو "صدّیقین" کو حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا پہچاننا اور اُن نزاکتوں اور مشکلات سے واقف ہونا بڑے صاحبِ نظر اور صاحبِ ذوق کا کام ہے، اس لئے اُن کی زندگی ـــــ اور اُن کی عظیم شخصیت کا پہچاننا ایک بڑا امتحان بن گیا ہے، اور وہ اہلِ سنّت کا ایک امتیاز ہے، اس ایمان بالغیب اور اس جذبۂ اطاعت کا ظہور جس ماحول اور جس ناخوشگوار واقعات کی شکل میں ہوا، وہ اس ماحول اور ان واقعات سے بہت مختلف تھے، جن میں اُن کے پیشرو خلفاء کے ایمان بالغیب اور جذبۂ اطاعت کا اظہار ہوا تھا، اس لئے بہت سے مؤرّخین اور اہلِ قلم اور مدّعیانِ فکر و نظر بھی اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہے، وہ جس کو داخلی فتنے اور مسلمانوں کی خانہ جنگی کہتے ہیں، ہم ان میں حضرت علیؓ کو نہ صرف معذور بلکہ ماجور پاتے ہیں، ہم اگرچہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ فریقِ مقابل (اہلِ شام) ایک اجتہادی غلطی کا مرتکب تھا، اس لئے اس کی تضلیل و تفسیق ہرگز درست نہیں لیکن ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں جو کچھ کیا وہ ایمان و اطاعت کے جذبہ، اور ادائے فرض کی روح کے ساتھ کیا اس لئے یہ عمل اُن کے لئے تقرّب و رفعِ درجات کا باعث تھا۔

پھر اُن کی زاہدانہ زندگی خلافتِ نبوّت کا پرتوِ کامل اور خلافتِ صدّیقی و خلافتِ فاروقی کا نور تھی، یہ فقر و زُہد، تقشّف و قناعت کی ایسی زندگی تھی کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے زُہّاد اس میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتے تھے، اور بالآخر

www.abulhasanalinadwi.org

اُن کے منتخب عُمّالِ حکومت اور اُن کے قریب ترین عزیز بلکہ حقیقی بھائی عقیل بن ابی طالب بھی اُن کا ساتھ نہ دے سکے۔

درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں جو ایمان بالغیب اور ایمان بالآخرۃ پیدا کیا، اس نے اُن کے ذہن و دل، سیرت و اخلاق، زندگی اور کردار اور معیشت و سیاست کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا تھا، عُسر و یُسر، کامیابی و ناکامی، فقر و فاقہ، اور امارت و حکومت میں اسی کا بے تکلّف اظہار ہوتا تھا، اس ایمان کے سلسلۂ معجزات کا سب سے طاقتور اور سب سے نمایاں و ممتاز کرشمہ خلفائے راشدین ہیں، وہ اسی معنی میں خلفائے راشدین ہیں کہ نبوّت کا یہ مزاج اور نبیؐ کی یہ سیرت اُن کی طرف منتقل ہوئی اور انھوں نے اس مزاج و منہاج میں نبیؐ کی کامل نیابت کی، نافہم یہ سمجھے کہ یہ بھی کسی بادشاہِ وقت یا حاکمِ شہر کی نیابت کا مسئلہ ہے اور سوال ان فوائد سے کسی شخص اور اس کے خاندان اور متعلقین کے متمتّع و منتفع ہونے کا ہے جو اس کی مسند پر بیٹھے گا، اور ساری کشمکش اسی بات کی تھی، حالانکہ سوال نبیؐ کے فرائض انجام دینے اور اس کی سی زُہد و تقشّف اور ایثار و قربانی کی زندگی گزارنے، خلقِ خدا کو زیادہ سے زیادہ دینے اور حظوظِ دنیا اور سامانِ معیشت میں سے کم سے کم لینے، زیادہ سے زیادہ محنت کرنے اور کم سے کم راحت و فراغت حاصل کرنے کا سوال تھا، اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خلفائے راشدین نے یکے بعد دیگرے اس حق کو ادا کر کے دکھایا، نبوّت خلافتِ الٰہی ہے اور خلافتِ راشدہ خلافتِ نبوی ہے، اخلاق و صفاتِ الٰہی میں بڑا درجہ "صمدیت" کا ہے اور خدا کی شان "یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ" کی ہے، انسان اس مقام تک تو کیا پہنچ سکتا ہے، اس کی معراج یہی ہے کہ وہ دوسروں کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچائے اور اُن سے کم سے کم فیض اُٹھائے، جہاں تک "یُطْعِمُ" (دوسروں کو کھلانے کا) تعلق ہے، اس کا ہاتھ کشادہ،

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی ہمت بلند، اور جہاں تک "یطعم" (دوسروں کا کھانے) کا تعلق ہے، اس کا ہاتھ کشیدہ اور اس کی نظر بلند رہے ؎

عدیل ہمت ما قیست فطرت عرفی   کہ حاتم و گران و گدائے تو بیش نیست

راقم کے نزدیک اسلام کی زندگی میں پیش آنے والے تمام ادوار و مراحل کی نمائندگی خلافتِ راشدہ کے اس مختصر سے دور میں (جو ۴۰ سال سے متجاوز نہیں) کر دی گئی ہے، اور ہر آنے والے ناگزیر دور کے لئے اس میں رہنمائی کا سامان ہے، آغازِ کار اقبال و ترقی اور فتنہ آشوبی کے دور میں کیسی استقامت اور ایمان و یقین کا مظاہرہ کرنا چاہئے، اس کی رہنمائی ہم کو ابوبکر صدیقؓ کی حیاتِ طیبہ اور خلافتِ راشدہ سے حاصل ہوتی ہے، عروج و شباب اور امن و نظام کے زمانہ میں کیسی استقامت اور ایمان و یقین کا مظاہرہ کرنا چاہئے، اس کی رہنمائی ہم کو فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت سے ملتی ہے، مخالفتوں شورشوں اور فتنوں اور بے نظمی اور انتشار کے وقت کس ثبات و استقامت، کس پامردی اور دلیری اور کس ایمان و یقین کی ضرورت ہے، اس کا نمونہ ہم کو حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی زندگی میں ملتا ہے، اگر اسلامی تاریخ کے ذخیرہ میں صرف خلافتِ راشدہ کے دو باب (جو دراصل ایک ہی باب کی دو فصلیں ہیں) اور صرف خلافتِ صدیقی اور خلافتِ فاروقی کا نمونہ ہو تو یہ رہنمائی ناتمام ہوتی، اور دورِ انتشار اور دورِ فتن کے لئے مسلمانوں کے پاس تقلید و اتباع کے لئے کوئی امام اور پیشوا نہ ہوتا جس اُمت کے لئے قیامت تک باقی رہنے اور تمام انسانی ادوار اور تاریخ کے نشیب و فراز سے گزرنا مقدر تھا، اس کے لئے دونوں طرح کے نمونوں کی ضرورت تھی، اور خلافتِ راشدہ نے اپنے پورے اجزاء کے ساتھ اُن نمونوں کو فراہم اور اس رہنمائی کو مکمل کر دیا، رضی اللہ تعالیٰ عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی و ارضاھم و اکرمھم و جزاھم عن الاسلام و عن ھٰذہ الأمۃ خیر الجزاء۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی اہم شاہکار تصنیف :

المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ

یعنی امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی مفصل سوانح حیات، خاندانی خصوصیات، وہبی کمالات، خلفاء کی ترتیب زمانی میں حکمتِ الٰہی و مصلحتِ اسلامی، اسلام کے مفاد میں خلفاءِ ثلاثہ رض کے ساتھ حضرت علی رض کا بے نظیر اخلاص و تعاون، خلافتِ مرتضوی کا عہد اور اس کی عظیم مشکلات بے نظیر زاہدانہ سیرت و مصلحانہ و مربیانہ کردار فرزندانِ والا مرتبت (حضرت حسن رض و حضرت حسین رض) کی عطر بیز سیرت و اخلاق اور ان کے اپنے اپنے وقت میں صحیح فیصلے اور اقدامات، آلِ رسول (ساداتِ کرام) کے اعلیٰ اخلاق و شمائل، اُمت کی اصلاح و تربیت کی دائمی فکر، اسلام کی تبلیغ و اشاعت، جہاد فی سبیل اللہ اور ممالکِ اسلامیہ کی حفاظت و دفاع میں ہر عہد میں ان کا قائدانہ و اولوالعزمانہ کردار۔

مستند کتبِ تاریخ، ناقابلِ انکار واقعات و حقائق اور تجزیاتی و تقابلی مطالعہ کی روشنی میں

تیسرا ایڈیشن اہم، قیمتی اضافوں و ترمیمات کے بعد۔

معیاری کتابت، اعلیٰ آفسٹ طباعت، ——— صفحات ۴۸۰

نوٹ :۔ قیمت ہماری فہرست کتب میں دیکھئے یا براہ راست دفتر سے معلوم کرنے کی زحمت کیجئے۔ صرف قیمت کتاب پیشگی بھیجنے پر کتاب خصوصی رعایت کے ساتھ رجسٹرڈ بھیجی جائیگی۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ
(ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org